مولانا سمیع الحق

سفرِ حج کی چند یادیں

حضرت مولانا مرحوم کی زیارت اور سفر وحضر میں رفاقت کے تو اللہ تعالیٰ نے کئی مواقع عطا فرمائے، مگر اس فرصت میں اپنے دونوں اسفار حج کے دوران مولانا مرحوم سے وابستہ کچھ یادیں بغیر کسی خاص ربط وترتیب کے سپرد قلم کرتا ہوں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عالم عرب کے اعیان علم وفضل میں آپ کا شہرہ بڑھتا ہی گیا۔ اور آپ بحیثیت ایک عظیم محدث اور نقاد محقق کے تسلیم کئے جانے لگے، اس کا کچھ مظاہرہ میرے سامنے اس وقت ہوا، جب ۱۹۶۴ء میں اپنے سفر حج کے دوران بعض اجلہ علم وفضل سے میری ملاقات ہوئی، عالم عرب کے ایک عظیم داعی اور محقق عالم علامہ شیخ مصطفےٰ السباعی مرحوم بھی اس سال حرمین الشریفین تشریف لائے تھے۔ شیخ مصطفےٰ السباعی شام کے باشندہ تھے۔ ان کا دقیق علمی مجلّہ ''حضارۃ الاسلام'' دنیائے اسلام میں معروف ہے۔

کئی جلیل القدر کتابوں کے مصنف ہیں، منکرین حدیث اور بعض متجددین نے سنت رسول اللہ ﷺ کی حجیت کے خلاف جو ہنگامہ کھڑا کیا، اس کے اصل محرک یورپ کے بعض یہودی مستشرقین تھے۔ ہمارے ہاں بھی غلام احمد پرویز، ڈاکٹر فضل الرحمٰن جیسے لوگ ان معاندین اسلام پروفیسروں اور اسکالروں کا حق تلمذ ادا کرنے میں پیش پیش رہے۔ ادھر عالم عرب میں بھی مصر اور بیروت جیسے خطوں میں انہیں ''وفا شعار'' مستغربین ملے، ایسے ہی کچھ لوگوں نے حجیت وتدوین حدیث اور حدیث کے بعض اولین رواۃ اور مدونین کو نشانۂ تحقیق بنایا۔ تو شیخ مصطفےٰ السباعی نے ان لوگوں کے رد میں قلم اٹھایا۔ اور ''السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی'' جیسی جامع اور محققانہ کتاب لکھی، یہ کتاب جامعیت، سلاست بیان اور منکرین حدیث کا تعاقب اور پوسٹ مارٹم کرنے میں ایک مثالی کتاب ہے، اور ہمارے ہاں کے اہل علم کے لئے مطالعہ کی چیز ہے، ہمارے شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ بھی جب پاکستان میں اس فتنہ کی ہلاکت آفرینیوں سے بے چین ہوگئے تو انہوں نے ایک وقت

پورے شد و مد سے منکرین حدیث اور متجددین کے خلاف علم جہاد بلند کئے رکھا۔ اس ضمن میں آپ کی نظر رسا شیخ مصطفیٰ السباعی کی مذکورہ کتاب پر پڑی اور مولانا محمد ادریس میرٹھی کے اردو ترجمہ وتشریح کے ساتھ اس کتاب کو اپنے ادارہ سے ''سنت کا تشریعی مقام'' کے نام سے شائع کیا، خیر یہ تو اس ملاقات کے بعد کی بات ہے جس کا میں ذکر کر رہا ہوں۔

شیخ مصطفیٰ السباعی مرحوم پر آخری سالوں میں فالج کا حملہ ہوا اور وہ چلنے پھرنے سے معذور ہوگئے۔ اسی دوران وہ حرمین الشریفین تشریف لائے۔

ایام حج سے قبل وہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے قریب ایک بوسیدہ اور خستہ سے مکان میں صاحب فراش تھے، میں تلاش کرتے پہنچا، بستر علالت پر دراز، چہرہ بالکل زرد، ضعیف و ناتواں، مگر صبر وشکر کا عجیب حال، فرمایا کہ: میں اس طویل بیماری کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اس لئے بھی سمجھ رہا ہوں کہ صحت کی حالت میں ادھر ادھر کے مشاغل میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ جب مجھے تبدیلی آب وہوا اور سیر وسیاحت کے لئے کہا گیا اور کچھ وقت ملا تو میں نے اسے جوار رسول ﷺ میں گزارنے کو پسند کیا۔

وہ مسجد نبوی میں حاضری سے بھی معذور تھے، مگر قرب حبیب بھی ان کے لئے عجیب تسکین وسرور کا باعث تھا کہ اپنی صحت میں تیزی سے تبدیلی محسوس کرنے لگے تھے، گونا گوں آلام واسقام نے انہیں نڈھال کر دیا تھا۔ مگر عشق رسول ﷺ، قرب رسول ﷺ اور جذبات جہاد ودفاع حق نے آلام واسقام کو نعمتوں سے بدل دیا تھا' قیام مدینہ کے دوران انہوں نے ایک دن روضة من ریاض الجنة میں منبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک طویل قصیدہ ''مناجاة بین یدی الحبیب الاعظم صلی الله علیه وسلم'' کے عنوان سے قلم بند کیا، اور خود اسے مواجہ رسول اعظم ﷺ میں پیش فرمایا' جن میں مذکورہ کیفیات کا اظہار موجود ہے، اس قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں:

یاسیدی یا حبیب الله جئت الی   اعتاب بابک اشکو البرح من سقمی
یاسیدی قد تمادی السقم لی جسدی   من شدة السقم لم اغفل ولم انم
الا[illegible] حولی غرقی فی رقادهم   انا الوحید جفاه النوم من الم
قدعشت دهراً مدیداً کله عمل   والیوم لاشیئی غیر القول والقلم
یاسیدی طال شوقی للجهاد فهل   تدعوا الی الله عرداً عالی العلم
تا الله ما لهفتی البرء عن رغب   فی ذی الحیاة ولا جاه ولا نعم
وانما طمع فی ان تقول غداً   لقد هدیتم الی الاسلام کل عم

هیهات ان تنطوی للدین رأیته، او یهزم الکفر دیناً غیر منهزم
فاکرم الناس من کانت منیته فی حومة الحق جلداً غیر منهزم
واهون الناس من جائت منیته خلواً من الهم او خلوا من الهم
اشکوا الی اللہ شکوی غیر ذی جزع فی شدة الضروجهی وجه مبتسم
مافی قضائک ظلم للعباد ولا فیه الا ساء ة بل محض من الحکم

اس قصیدہ کے بارے میں خود شیخ مصطفیٰ السباعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهی قصيدة طويلة اتجهت فيها بالدعاء الى الله والتجائت الى حرم رحمته الواسعة وذكرت فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعجزاته فی شفاء المرضیٰ فی حياته عليه السلام...... وكنت فی كل ليلة يؤرقنی فيها شدة الالم ازيد فی تلك القصيدة حتى تم منها حينئذ مايقرب من مائة بيت. (حضارة الاسلام ج ۵ ص ۲۷۳)

مدینہ منورہ میں شیخ سباعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ میری مختصر ملاقات تھی۔ یہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ جمعۃ المبارک کی شام کا واقعہ ہے، حضرت شیخ سباعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک طالب علم سمجھ کر اپنی عالمانہ شفقت ومحبت سے نوازا، وہ خود بستر سے جو زمین پر بچھا ہوا تھا، اٹھ نہیں سکتے تھے، مگر مجھے حکماً کہا کہ سامنے الماری سے شامی حلاوۃ کا ڈبہ اٹھا کر لاؤں، اور ان کے سامنے اس میں سے کچھ کھالوں۔ تاکہ کچھ تو ضیافت ہوجائے، اس کے بعد ان کی ضیافت وشفقت ان کے نہایت وقیع مجلّہ ''حضارۃ الاسلام'' کی شکل میں جاری رہی جو ابھی کچھ عرصہ قبل تک ہر ماہ میرے لئے حلاوۃ معنوی وفکری کا موجب بنتی رہی۔

ایام حج قریب ہوئے تو شیخ سباعی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، مناسک حج سے فراغت کے بعد طالب علمانہ تشنگی کی بنا پر پھر مجھے عالم عرب سے آئے ہوئے اعیان علم وفضل کی زیارت کی خواہش ہوئی۔ شیخ مصطفیٰ السباعی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت حرم مکہ کے قریب ''فندق شبرا'' میں مقیم تھے اور یہ ہوٹل عرب علماء اور شیوخ کی آرام گاہ بنا ہوا تھا۔ ۲۲ اپریل ۱۹۶۴ء بمطابق ۱۴ ذی الحجہ میں فندق شبرا گیا، یہاں شیخ کے علاوہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ، استاد سعید رمضان، السید محمد اعلیٰ الکتانی، احصاء کے قاضی القضاۃ قاضی منصور وغیرہ سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔

جناب مصطفیٰ السباعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بات چیت میں مودودی صاحب کا ذکر آیا اور ہندوستان کے مولانا ابوالحسن علی ندوی کا بھی۔ ان کا میری بعض باتوں سے اتفاق تھا۔ اور فرمایا کہ: اول الذکر پر عقلیت کا

غلبہ ہے جب کہ ثانی الذکر پر روحانیت کا۔ فرمایا، المودودی رجل عقلی والشیخ الندوی رجل روحانی۔ پھر پاکستان سے آئے ہوئے علمائے کرام کا بھی ذکر ہوتا رہا۔

جناب سباعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے مولانا محمد یوسف صاحب سے ملنے کا اشتیاق ہے۔ اس سال چونکہ اس نام کے بعض اور اکابر بھی واردِ حرمین ہوئے تھے، ایک مولانا محمد یوسف شاہ میر واعظ کشمیر، دوسرے جماعت تبلیغی کے شیخ التبلیغ مولانا محمد یوسف دہلوی، تیسرے حضرت علامہ محمد یوسف بنوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ۔ اس لئے جناب شیخ سباعی مرحوم ومغفور نے ایک ایک کا نام گنوا کر اور تجزیہ کرتے ہوئے الگ الگ ایک ایک کا تعارف سنا اور فرمایا کہ: مجھے شیخ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کی آرزو ہے۔ اور میں مرنے سے قبل ان سے حدیث کی اجازت لینا چاہتا ہوں، کاش کوئی صورت اس کی بن سکے۔

میں نے جناب سباعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ: یہ میری ذمہ داری ہے، میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں لے کر آؤں گا۔ فرمایا: ہرگز نہیں، یہ تو بے ادبی ہے اور شانِ طالب علمی کے خلاف ہے۔ کسی طرح مکان اور وقت کا تعین ہو جائے تو مجھے خود ان کے پاس لے چلیں۔ میں نے کہا: لیس علی المریض حرج۔ اس کے بعد میں نے ایک دن حضرت بنوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ سے سباعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات اور ان کے اس اشتیاق کا ذکر کیا۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ ایک جلیل القدر عالم اور اسلام کے خادم ہیں، میں انہیں کیا اجازت حدیث دوں گا، البتہ ملاقات اور زیارت کے لئے ضرور چلیں گے۔ اس کے بعد ایک دن حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ میرے ساتھ فندق شبرا تشریف لے گئے، شیخ سباعی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو عجیب کیفیت ان پر طاری ہوئی، دیر تک محفل رہی، دونوں اپنی جگہ تواضع اور مسکنت میں ڈوبے ہوئے تھے، اس مجلس میں جناب سباعی رحمۃ اللہ علیہ کی دیرینہ مراد برآئی اور انہوں نے باصرار حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے صحاح ستہ اور احادیث کی دیگر کتابوں میں سند حاصل کی۔

اس سفرِ حج میں ابتداء سے آخر تک اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت بنوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کی شفقتوں اور عنایتوں سے نوازا، کراچی میں ویزا کرنسی وغیرہ تمام مسائل میں حضرت نے وہ وہ توجہات فرمائیں، اب سوچتا ہوں کہ اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عنایتیں نہ ہوتیں تو شاید ہم اس سعادت سے بہرہ ور نہ ہوتے۔ ہم لوگ رمضان میں براستہ الخبر اور الریاض مدینہ منورہ پہنچے، حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ قاہرہ کے مجمع البحوث الاسلامیہ کی پہلی دعوت پر مصر تشریف لے گئے، اور یکم اپریل ۱۹۶۴ء کو واپسی میں مدینہ طیبہ تشریف لائے، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور حضرت مولانا تاج الاسلام (مشرقی پاکستان) ان کے ہمراہ تھے، یہ وفد مسجد نبوی کے قریب پاکستان ہاؤس میں مقیم ہوا، جو اس وقت غلام محمد ہاؤس کہلاتا تھا، ہم لوگ خدمت

میں حاضر ہوئے تو مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی صاحب نے سفر قاہرہ کے حالات سنائے۔ ''معارف السنن'' کی جلد اول کا نسخہ ہماری روانگی کے بعد چھپ گیا تھا اور پہلی بار یہاں مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دیکھا۔

حضرت بنوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ نے مدینہ منورہ میں اپنی پہلی حاضری اور بے سروسامانی کے باوجود وہاں کے شیخ حمیدی سے ملاقات اور ان کے الطاف وعنایات کا ذکر فرمایا۔ کہ حق تعالیٰ نے غیب سے کس کس طرح مدد فرمائی، فرمایا کہ: شیخ حمیدی کے ساتھ نہایت آرام وراحت اور آراستہ وپیراستہ سواری میں بیٹھ کر پہلی حاضری مدینہ طیبہ کے دوران تیرہ، چودہ دن تک میں نے مدینہ طیبہ کے آثار مبارکہ کی تفصیلی سیاحت کی، اپنے طویل اسفار کے دوران قدرت کے ایسے ہی غیبی دستگیریوں کو بیان کر کے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: وکذلک مکنا لیوسف فی الارض۔ اس سفر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی معیت آخر تک نصیب رہی، یہاں تک کہ میدان عرفات میں وقوف کی سعادت ان کے ساتھ نصیب ہوئی، ان سب حضرات کے معلم سید مکی مرزوقی تھے جو ہمارے بھی معلم تھے، میدان عرفات میں ان حضرات اکابر کے علاوہ امیر التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ العالی بھی اسی معلم کے خیموں میں فروکش تھے اور میدان سعادت میں ایسا قران السعداء سونے پر سہاگہ کا کام دے رہا ہے، اب وہ دن اور وہ منظر خواب سا لگتا ہے:

خزاں رسید و گلستان بآن جمال نماند
سماع بلبل شوریدہ رفت وحال نماند
نشانۂ لالہ ایں باغ از کہ مے پرسی
ہر کہ آنچہ تو دیدی بجز خیال نماند

اپنی حرماں نصیبی اور تہی دستی جتنی زیادہ تھی، اتنا ہی قدرت نے فیاضی کے ساتھ ایسے مواقع غنیمت سے نوازا، اپنے دوسرے سفر حج کے دوران تو حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت ابتداء ہی سے نصیب ہوگئی۔ غالباً ۲۹ مارچ ۱۹۶۹ء کو ہم نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کی قیام گاہ کراچی سے احرام باندھا، تلبیہ احرام اور دعاؤں میں شریک ہوئے۔ دس گیارہ بجے دن کو جہاز نے کراچی سے پرواز کی، ابھی جہاز کراچی شہر پر چکر لگا رہا تھا کہ اناؤنسر نے محتاط رہنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ: ہم لوگ چند منٹ میں فنی خرابی کی وجہ سے دوبارہ کراچی ائر پورٹ پر اتریں گے، ایسا بہت کم ہوتا ہے، اس لئے تمام عازمین حج میں جو سب احرام میں تھے، نہایت پریشانی اور سراسیمگی دوڑ گئی، یہ پریشانی رفتہ رفتہ بڑھتی گئی کہ جہاز کراچی کے سمندر پر چکر کاٹتا رہا، چند منٹ تقریباً

آدھ گھنٹہ میں بدل گئے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اتنے بھاری جہاز میں جدہ تک چلنے کے لئے جتنا ایندھن ڈالا گیا ہے اتنے وزن کے ساتھ جہاز کا اترنا مشکل ہے اور اب جہاز اپنا وزن کم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہرحال حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ پر مکمل اطمینان اور سکون چھایا ہوا تھا۔ مجھے بھی تسلی دیتے رہے اور کہا کہ: گھبرائیں نہیں، سورۃ قریش کا ورد کرتے رہیں، سکون خاطر ہوگا۔

بہرحال جہاز اللہ کے فضل سے بخیریت واپس اتر گیا، ہم لوگ اب پی، آئی، اے کے مہمان تھے، جس کی انتظامیہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سمیت ہم تمام حجاج کو جو کہ ایک سو بہتر ۱۷۲ کے لگ بھگ تھے، ائرپورٹ کے قریب جدید طرز کے ہوٹل مڈوے ہاؤس لے گئی۔ دوپہر کے کھانے کے انتظام میں ابھی وقت لگ رہا تھا، مڈوے ہاؤس کا وہ خوبصورت ہال جو اس سے قبل رقص و سرور کی ظلمتوں میں ڈوبا ہوتا تھا، اس ہال کے ڈائس پر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے اور لاؤڈ اسپیکر سے مناسک حج اور اس راہ کی نزاکتوں اور ذمہ داریوں پر خطاب شروع فرمایا، یہ ہال اب لبیک اللھم لبیک کی پرکیف صداؤں سے گونجنے لگا۔ شام کو دوسرے جہاز پر ہم لوگ روانہ کر دیئے گئے، سفر کے دوران بھی حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے جہاز کے مائک پر کچھ دیر کے لئے خطاب فرمایا۔

رات کو کسی وقت جدہ پہنچنے کے بعد حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ موٹر ٹیکسی لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ اور غالباً دو تین بجے رات ہم حضرت بنوری قدس اللہ سرہ، کے ساتھ طواف، وسعی سے فارغ ہوئے۔ اس سفر کا ایک عجیب وغریب واقعہ مجھے نہیں بھولتا جو مولانا بنوری قدس سرہ، کا حضرت حق جل مجدہ سے خاص تعلق کا مظہر ہے اور ناز کا ایک ایسا انداز ہے جس کا مظاہرہ محبت وعشق کے تمام مراحل طے کر کے مقام محبوبیت پر فائز ہونے والے خوش قسمت بندے ہی کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا کے لئے حرین الشریفین کا راستہ غیب سے کھول دیا تھا۔ عموماً آپ ہر سال حج اور رمضان شریف میں عمرہ اور مسجد نبوی کے اعتکاف کی سعادت حاصل کرتے، آخر وقت تک کوئی پروگرام متعین نہ ہوتا، مگر میعاد وصال قریب ہوتے ہی آپ آتشیں جذبۂ شوقِ وصل ایسا بھڑک اٹھتا کہ حالات اجازت نہ بھی دیتے، مگر آپ سب کام چھوڑ چھاڑ کر آستانۂ یار پر جبین نیاز خم کرنے پہنچ جاتے۔

آخری سالوں میں ضعف ونقاہت بڑھ گئی تھی اور گھٹنوں میں شدید درد کی وجہ سے چلنا پھرنا اور کسی اونچے مکان یا زینے پر چڑھنا بہت مشکل ہوتا، ادھر موسم حج میں ہر سال حجاج کے اژدحام میں بے حد اضافہ ہوتا رہا، اسی سفر میں نماز عصر سے قبل میں نے حرم کے قریب مولانا کے مستقر پر حاضری دی۔ آپ خوقیر کے مکان پر ٹھہرے تھے، وہاں سے نماز عصر کے لئے چل پڑے، مولانا بڑی مشکل سے اژدحام میں راستہ نکالتے ہوئے چلتے

رہے، حرم شریف پہنچے تو جماعت تیار تھی اور ہمیں حرم سے باہر سڑکوں پر صفوں میں جگہ ملی۔ نماز کے بعد گھٹنوں کے درد سے نڈھال ہانپتے کانپتے حرم شریف میں داخل ہوئے۔ گھٹنوں اور جوڑوں کے درد، حجاج کی دھکم پیل، اونچے نیچے ڈھلوانوں پر چڑھنا، اترنا، مولانا کے لئے اب موسم حج کی یہ تکالیف ناقابل برداشت ہیں' یہ حالات تھے کہ ہم اندر حرم شریف میں داخل ہوئے، مولانا پر عجیب حالتِ جذب طاری ہوگئی، اور شانِ دلربائی سے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر مجھے کہا کہ: آپ بھی آمین کہیں' فرمایا:

''یا اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ مجھے تیرے اس گھر سے کیسا تعلق ہے؟ مگر اب میں بالکل عاجز اور بے بس ہوگیا ہوں، میری حالت آپ دیکھ رہے ہیں، اب حج پر آنا میرے بس کی بات نہیں، آئندہ مجھے حج پر نہ لائیے' دوسرے موقعوں پر حاضری دیا کروں گا۔''

وہاں سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا کہ: تم نے آمین کہی تھی؟ میں نے کہا: آپ کی دعا ہرگز قبول نہ ہوگی' آپ کو کھینچ کر یہاں لایا جائے گا۔

''ہم ارباب اقتدار سے خدا اور رسول کا واسطہ دے کر (جن کے نام پر ہمیں یہ ملک اور حکومت ملی) گزارش کرتے ہیں کہ وہ اخلاص وسچائی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی دین اور سچے اسلام کی حفاظت کریں اور اگر وہ ایسا نہیں کرسکتے تو کم از کم ملحدین کی حوصلہ افزائی نہ کریں۔ خدانخواستہ اگر محمد ﷺ والے اسلام کو یہاں ختم کردیا گیا تو پاکستان کو نہ مسٹر پرویز کا طلوع اسلام بچا سکتا ہے نہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا اسلام نہ کوئی ظلی بروزی نبوت۔''

(بصائر وعبر، شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ)